حریت کی فکر عام کرتے رہے اور استعمار وطاغوتی قوتوں کے خلاف جہاد کے علمبردار رہے۔ امریکہ اور اس کے حواریوں اور موجودہ حکمرانوں کی مخالفت مسندِ تدریس سے لے کر بڑے بڑے عوامی جلسوں میں ڈنکے کی چوٹ پر کرتے اس باب میں مصلحت سے کوسوں دور تھے۔ زندگی کے آخری ایام میں دشمنانِ اسلام کے خلاف برپا جاری کوششوں اور جہاد کی کامیابی کیلئے دعا گو رہتے اور مسلمانوں کے حالات کی سنگینی پر کسی انگارے کی طرح ہروقت سلگتے رہتے تھے۔ کتمانِ حق کو بڑا جرم تصور کرتے تھے۔ جہادی حلقوں اور علماء ومدرسین دونوں ہی کیلئے انتہائی ہردلعزیز اور قابل اعتماد تھے۔ اسی لئے سارے پختونخوا کے علماء طلباء آپ کے خونِ ناحق پر ان دنوں شعلہ جوالہ بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں حضرت مولاناؒ کے اصل قاتلوں تک رسائی کی توقع موجودہ حکمرانوں اور حکومتوں سے قطعی نہیں۔ ہماری آخری امیدیں اُس عادل ومنصف خدا کی بڑی عدالت سے ہیں جس کا انصاف سب کیلئے ہے اور جس کی عدالت میں مظلوم کا خون رائیگاں نہیں جاتا اور وہی بہترین انتقام لینے والا ہے۔ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

ظلمت کدے میں میرے شب غم کا جوش ہے — اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

حضرت مولانا سید محسن شاہ حقانیؒ اور داعی قرآن حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ کے افسوسناک سانحات

ابھی حضرت مولانا نصیب خانؒ کے قتل اور شہادت کے صدمے کا زخم سینے میں تازہ تھا کہ دارالعلوم حقانیہ کے ایک بہت ہی ہونہار اور وفادار قدیم فاضل اور نامور عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سید محسن شاہ حقانیؒ کو بھی ۱۳ر مئی ۲۰۱۲ء کی رات مدرسہ کے اندر ہی سفاکانہ انداز میں شہید کردیا گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ نام نہاد عدمِ تشدد کے فلسفے کے پیروکار موقع پرست اور امریکی اتحادی عوامی نیشنل پارٹی کی حکومت کے دور میں علماء طلباء اور دیندار مذہبی لوگوں کا قتل عام کا یہ نیا واقعہ نہیں۔ آئے روز امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال اور کرپشن کے ہاتھوں صوبہ پختونخوا کے عوام ظلم وستم کی سولی پر چڑھتے رہتے ہیں۔ ابھی تو حضرت مولانا نصیب خانؒ کے قتل کی تفتیش بھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ علمی ودینی حلقوں کو ایک دوسرے بہت بڑے سانحہ سے دوچار کرادیا گیا۔ علماء کے اس قتل عام پر فوری طور پر نااہل حکومت کو مستعفی ہوجانا چاہیے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محسن شاہؒ درویشی اور سادگی کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے۔ بے نفسی اور آرام پسندی سے کوسوں دور تھے، عمر بھر درس وتدریس اور تعلیم وتعلم سے وابستہ رہے۔ آپ ایک بہت بڑے روحانی سلسلے کے روحِ رواں تھے، لیکن طبیعت کا میلان زیادہ تر تدریس اور مدرسے کی تعمیر وترقی اور طلباء کی تربیت پر تھا۔ آپ صوبہ سرحد

کے جنوبی اضلاع درہ پیزو میں ایک بہت بڑا تعلیمی ادارہ جامعہ حلیمیہ عرصہ دراز سے کامیابی سے چلا رہے تھے۔ اور بلا مبالغہ ہزاروں طلباء آپ کے مدرسے میں پڑھ رہے تھے۔ وفاق المدارس العربیہ اور جمعیت علماء اسلام (ف) کے آپ ایک فعال رکن تھے۔ لیکن دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ جوان کے اولین اساتذہ کرام میں سے تھے، خصوصی تعلق آخری دم تک قائم و دائم رکھا۔ سیاسی اختلاف رائے کے باوجود کبھی بھی استاد و شاگرد کے تعلقات میں سیاسی اتار چڑھاؤ حائل نہ ہوسکا۔ حضرت مولانا کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ نائب مہتمم جامعہ حقانیہ، باقی اساتذہ کے ہمراہ تشریف لے گئے تھے۔ ابھی اتوار کی صبح دارالعلوم کی فضاء مولانا کے قتل کی خبر سے بوجھل تھی کہ شہر بے اماں کراچی سے بھی ایک دل دہلا دینے والی خبر نے سننے والوں کے اعصاب کو اپاہج و مفلوج کردیا۔ یہ خبر معروف مفسر و داعی قرآن، صاحب طرز ادیب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوریؒ کی المناک شہادت کی تھی۔ حضرت مولانا اس دور کی بہت بڑی علمی و روحانی شخصیت تھے۔ درس قرآن ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ فانی زندگی کا ایک ایک لمحہ انہوں نے قرآن کی خدمت میں گزار کر آخرت کیلئے باقی اور ابدی بنادیا تھا۔ ان کا درس قرآن پورے کراچی میں مشہور تھا۔ پھر انٹرنیٹ کے ذریعے تو پوری دنیا میں آپ کی تفسیر سنی جانے لگی۔ تقریباً لاکھوں افراد نے آپ کے درس قرآن کو انٹرنیٹ و دیگر جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے استفادہ کیا ہے۔ حضرت ایک صاحب طرز ادیب، کئی کتابوں کے مؤلف اور بہترین کالم نگار بھی تھے۔ روزنامہ ''اسلام'' اور دیگر رسائل و جرائد میں ہر قسم کے دینی اور روحانی موضوعات پر آپ کے رشحات قلم شائع ہوا کرتے تھے۔ آپ کی شخصیت میں تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ظالم بدبختوں نے ایک ایسی ہستی کو اب کی بار قتل کیا ہے جو خود دونوں ٹانگوں سے معذور بھی تھے، پھر جس بے ضرر انسان نے کبھی پھول کو بھی زور سے نہیں سونگھا ہوگا۔ ایک ایسی خالصتاً علمی شخصیت کا قتل یقیناً علماء کے خلاف جاری سازشوں کی ایک اور واضح مثال ہے۔ پاکستان اور اس کی حکومت کیوں نہ عذابوں کی زد میں آئے جبکہ معصوم، بے گناہ علماء حقیقی وارثان نبی ﷺ کو پے درپے قتل کیا جارہا ہو اور پھر حکومتیں اس پر نہ صرف خاموش رہیں بلکہ قتل میں برابر کی شریک بھی رہیں۔ علم و عرفان کے چراغ یکے بعد دیگرے بجھتے چلے جارہے ہیں۔ ظالم قاتل وڈاکو متاع حکمت و دانش کو بیدردی کے ساتھ لوٹ رہے ہیں۔ پاکستانی معاشرے کی تباہ حالی پر بجز آنسو بہانے کے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ جس میں کنجریوں، فنکاروں اور مسخروں کی موت پر ماتم کیا جاتا ہے۔ میڈیا سر پر آسمان اٹھاتا ہے لیکن بڑے بڑے نامور علماء کی شہادت پر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، جہل کے لئے حکومت ہے اور علم کے لئے قید و بند۔ امریکی بدمعاش اور قاتل آزاد اور وطن کی آزادی اور حریت فکر کا درد رکھنے والے پابند سلاسل اور شیطان کے پجاریوں کیلئے مملکت پاکستان ایک محفوظ پناہ گاہ اور اللہ کے برگزیدہ علماء طلباء کیلئے مملکت پاکستان ایک انسانی شکارگاہ۔

بناہ کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن　　خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ایک گوہر نایاب انسان حضرت مولانا عطاء الرحمٰن کی المناک جدائی

حالات کے جبر کا کیا کہیئے کہ ادارتی صفحات کا مسلسل پانچواں صفحہ علمائے حق کی جدائی میں خونِ دل سے لکھ رہا ہوں۔ گزشتہ ایک ماہ سے مسلسل علمی و دینی حلقے پے در پے حوادث کے جام پئے جا رہے ہیں' ایک کے بعد دوسرا حادثہ فاجعہ سر پر تیار کھڑا ہے۔ سمجھ نہیں آ رہی کہ قیامت سے پہلے کیوں قیامت کی شروعات ہوگئیں ہیں؟ ۲۰ ؍اپریل ۲۰۱۲ء بھوجا ایئر لائن کے بدقسمت جہاز میں جہاں درجنوں بے گناہ پاکستانی شہید ہوئے وہیں ایک بہت قیمتی اور پیارے انسان حضرت مولانا عطاء الرحمٰنؒ اپنی ہمشیرہ اور اپنے وفادار رفیق سفر مولانا عرفان کے ہمراہ بھی شہادت کی اوج ثریا کو سر کر گئے' یوں تو حضرت مولانا عطاء الرحمٰنؒ مادر علمی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کے ایک استاد اور ناظم تعلیمات ہی تھے لیکن اس میں شک وشبہ نہیں کہ آپکے اچانک بچھڑنے سے جامعہ بنوری ٹاؤن کی کمر اگر ٹوٹی نہیں تو جھکی ضرور ہے۔ حضرت مولانا عطاء الرحمٰنؒ بنوری ٹاؤن کے مہتمم نہ ہوتے ہوئے بھی اس کے روحِ رواں تھے۔ جامعہ کے ہر مہتمم اور ہر طالبعلم اور استاد کیلئے مولانا کی سحر انگیز شخصیت فرض کی سی درجے کی حیثیت رکھتے تھے۔ بنوری ٹاؤن میں زمانہ طالبعلمی کے دوران مولانا عطاء الرحمٰن میرے استاد تو نہ تھے لیکن ایک مہربان مربی' بہترین مشفق دوست اور متعدد دور دراز غیر ملکی اسفار کے رفیق سفر رہے۔ پھر انسان کی باطنی خوبیوں اور صلاحیتوں سے اصل آگہی کسی سے معاملے اور سفر میں رفاقت سے مکمل آشکارا ہوتی ہے تو اس لحاظ سے یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ان سے تقریباً ہر سال کچھ دنوں کی رفاقت سفر کے ذریعے حاصل ہو جاتی۔ وہ ایک بہترین انسان اور رفیق سفر اس معاملے میں بھی ثابت ہوئے۔ سفر میں ساتھی کی ایک ایک چیز کا خیال رکھنا اور ہر ممکن سہولت فراہم کرنا ان کا خاصہ تھا۔ ان کی اچانک شہادت نے وہ ساری مجلسیں' محفلیں اور طویل ہوائی اسفار میں ان کی خوبصورت اور میٹھی میٹھی علمی' ادبی مجلسیں یاد کرا دیں' آپ جہاز میں اکثر برادرم عتیق الرحمٰن اور میرے ساتھ والی سیٹ پر تشریف رکھتے۔ حسین مسکراہٹ سے بھرپور پر وقار خوبصورت چہرہ اور انکی لعل و گہر سے مرصع گفتگو کا ایک ایک لفظ یادداشت کے خانوں سے سینے میں اُتر اُتر کر قلبِ حزیں میں نشتر لگا رہا ہے۔

تھی وہ اک شخص کے تصور سے اب وہ رعنائی خیال کہاں

اللہ نے ان کو علم کے ساتھ ادب کا ایک خاص ذوق بھی عطا فرمایا تھا۔ دورانِ درس بھی سینکڑوں عربی' اردو اشعار نوکِ زباں ہوتے اور پھر میرے ساتھ تو بات بات پر اشعار کا تبادلہ کرتے۔ راقم کی ''الحق'' کی خام تحریروں و مضامین پر تبصرہ فرماتے پھر خصوصاً میرے سفرنامہ یورپ ''ذوقِ پرواز'' کے اکثر اقتباسات اور اشعار بھی انہوں نے یاد رکھے تھے۔ اس حوالے سے بھی اکثر دلچسپ گفتگو فرماتے۔ افسوس ایک ایسا سدابہار رُخ خندہ دوست ہم سے بچھڑ گیا جس کا نعم البدل اور اس کا ہم مثل ڈھونڈے سے بھی اب ہم کو ملنے والا نہیں۔

ے　　آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر　　اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

آپ کی سادہ پر وقار شخصیت میں بلا کی کشش اور جاذبیت و محبوبیت اللہ نے کوٹ کوٹ کر رکھی ہوئی تھی۔ زندگی بھر بنوری ٹاؤن کی تعمیر و ترقی اور اس کے انتظام و انصرام میں بسر کی۔ ادارہ جامعہ بنوری ٹاؤن' حضرت کے جملہ پسماندگان اور دوستوں سے دلی تعزیت کرتا ہے اور خود کو بھی تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے۔ خصوصاً برادرم حضرت مولانا امداد اللہ مدظلہ جو اس تعزیت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے ایک ایسے دوست اور رفیق کو کھویا ہے جو صدیوں میں صدق و صفا کے خاص سانچوں میں ڈھل کر قدرت نے نکھارا تھا اور کسی خوشبو کے جھونکے کی طرح جمعہ کی شام ہواؤں میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بکھر گیا۔　ع　وہ تو خوشبو ہے ہواؤں میں بکھر جائے گا

مشاہیر (مکتوبات) کے حوالے سے "الحق" کا زیر نظر خصوصی شمارہ

الحمدللہ تحدیث نعمت کے طور پر حضرت والد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی تاریخی کاوش "مشاہیر" (مکتوبات) کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی قبولیت سے نوازا ہے اور علمی و ادبی حلقوں اور نامور شخصیات نے مشاہیر پر کافی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس تاریخی کتاب کی اب تک سات ضخیم جلدیں شائع ہو کر اقصاء عالم میں تقسیم ہو چکی ہیں۔ مکاتیب اردو ادب کی ہی ایک قدیم اور ممتاز قسم ہے۔ دامن اردو اس باب میں مختلف قسم کے گلہائے رنگارنگ سے مزین ہے لیکن الحمدللہ اس قدر ضخیم اور متنوع قسم کے ہزاروں خطوط دو شخصیات کے نام جمع ہونا اور پھر ترتیب و تدوین توضیح و تشریح کے ساتھ شائع ہونا ایک بہت بڑا منفرد علمی تحقیقی اور ادبی اعزاز ہے۔ اس کتاب کی پہلی تقریب رونمائی جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں منعقد ہوئی اور حضرت علامہ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے۔ آپ نے اس تاریخی کتاب کے بارے میں جن پاکیزہ اور نیک خواہشات کا اظہار کیا یقیناً یہ آپ کے بڑے ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

> " پچھلے پون صدی کی ایسی دستاویز جو دینی علمی سیاسی اور معاشرتی تاریخ کی مستند ماخذ ہو۔ فارسی' اردو' عربی انگریزی اور دیگر جو زبانیں میں جانتا ہوں' کوئی ایسی کتاب مجھے یاد نہیں آرہی جس میں اتنی بڑی تعداد کے علماء' دانشور' صوفیاء' اہل قلم اور سیاستدان بلکہ مختلف الجہت لوگوں کے میری دانست میرے علم کی حد تک ایسی کتاب اس سے قبل نہیں آئی"

تقریب کے وقت مشاہیر کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی تھیں پھر بعد میں الحمدللہ مزید دو اہم ترین جلدوں کا اضافہ بھی ہو گیا۔ جو اپنے موضوع اور حیثیت کے اعتبار سے پہلی پانچ جلدوں کے مساوی ہے۔ چھٹی جلد عالم اسلام' عالم

مغرب کے علماء' مشاہیر اور دانشوروں کے مکتوبات پر مشتمل ہے اور ساتویں ضخیم جلد اِس صدی کے سب سے بڑے جہاد معرکہ افغانستان پر مشتمل ہے۔ جس میں تمام اہم افغان مجاہدین' جہادی رہنماؤں' افغانستان کے علماء' مشائخ کے تفصیلی خطوط' جنگی محاذوں کی رپورٹیں اور دیگر دارالعلوم حقانیہ' حضرت مولانا عبدالحق ؒ اور مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی مباحث پر مشتمل ہے۔ تو کئی حضرات کا یہ تقاضہ تھا کہ اب چونکہ مشاہیر کی سات جلدیں مکمل ہو کر شائع ہو گئی ہیں تو ایک بڑی تقریب رونمائی لاہور شہر میں بھی منعقد ہونی چاہیے لیکن حضرت مولانا مدظلہ مسلسل ٹالتے رہے لیکن جب اصرار حد سے زیادہ بڑھا تو لاہور میں جمعیت کے دوستوں نے الحمراء ہال میں ایک تاریخی تقریب رونمائی کا انعقاد 23 اپریل 2012 کو منعقد کیا۔ جس میں ملک بھر کے چوٹی کے دانشور' مشاہیر' ادیب' سیاستدان اور شعراء حضرات نے بھرپور شرکت کی اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور اس موقع پر انہوں نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور کتاب مشاہیر کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ اس کے بعد کئی احباب کا تقاضا تھا کہ ماہنامہ ''الحق'' بھی مشاہیر اور اس تقریب کے حوالے سے ایک اہم خصوصی شمارہ شائع کرے۔ لہٰذا تعمیل حکم اور عجلت میں یہ ادنیٰ سی کاوش نذر قارئین کی جاتی ہے' گو کہ موجودہ پریشان کن حالات اور ذہنی انتشار اور دہشت و وحشت کے ماحول میں یہ مشاہیر کے شایان شان کاوش نہیں۔ لیکن نہ ہونے سے اس کا جیسا تیسا کر کے شائع ہونا بہتر ہے۔ مشاہیر کے سلسلے میں ملک بھر کے چوٹی کے لکھنے والوں نے اس سے پہلے بھی الحق کے مختلف شماروں میں مشاہیر کے متعلق اپنے خصوصی رشحات قلم بھجوائے تھے جو وقتاً فوقتاً ''الحق'' اور روزنامہ ''اسلام'' و دیگر رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اگر حالات درست ہوتے اور وقت کی گنجائش ہوتی اور خاطر جمع رہتی تو انہیں بھی دوبارہ اس خصوصی شمارہ میں شامل اشاعت کیا جاتا۔ وما علینا الا البلاغ

ضروری اطلاع

الحمدللہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی نئی ویب سائٹ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے اور اس نے گزشتہ دو ماہ سے کام شروع کر دیا ہے۔ ذرائع ابلاغ اور ٹیکنالوجی کے نئے دور میں اسلام کی دعوت اور دارالعلوم حقانیہ کا پیغام عام کرنے کیلئے یہ ایک ضروری شعبہ تھا۔ گو کہ اس کیلئے دس بارہ برس قبل کوششیں شروع ہو گئیں تھیں لیکن شاید قدرت کو اُس وقت یہ منظور نہیں تھا۔ یہ سائٹ انگلش' عربی اور اردو میں بنائی گئی ہے۔ اس کی مزید بہتری کے لئے قارئین سے تجاویز کی بھی درخواست ہے۔ نیز فقہی' شرعی و عائلی مسائل کے لئے بھی دارالعلوم کی اس ویب سائٹ سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ماہنامہ ''الحق'' اب ویب سائٹ اور فیس بک پر بھی قارئین کو دستیاب ہے۔

www.jamiahaqqania.edu.pk

facebook\Alhaq Akora Khattak